لیتا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم مجھے یہ چشمہ جنت میں ایک چشمہ کے عوض فروخت کرو گے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میرے اور میرے اہل وعیال کے لیے اس کے علاوہ کوئی مال نہیں ہے۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا۔ اور نبی علیہ السلام کے پاس پہنچ کر عرض کیا: ''کیا آپ مجھے وہی چیز دیں گے جو آپ نے اس کے لیے پیش کی تھی؟'' فرمایا: ''ہاں'' کہنے لگے: ''میں نے اسے مسلمانوں پر وقف کر دیا۔'' [بغوی :الصحابة]

ابو عبدالرحمٰن السلمی کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب محاصرہ ہوا تو لوگوں کی طرف جھانک کر فرمایا: ''أ لستم تعلمونَ أنّ رسول الله ﷺ قال: '' مَن حفرَ رومةَ فلهُ الجنةُ ؟! فحفرتُها '' [بخاری وصایا ح:۲۷۷۸] ''کیا تم نہیں جانتے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو رومہ کا کنواں کھود لے اس کے لیے جنت ہو گی۔'' سب نے آپ کی تصدیق کی۔

غزواتِ نبی ﷺ اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ : آپ نے سوائے بدر کے تمام جنگوں میں شرکت کی۔ غزوہ بدر میں رفیقہ حیات کے بیمار ہونے کی وجہ سے نبی ﷺ نے دیکھ بال کے لیے مدینہ رہنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت رقیہؓ اسی بیماری سے جانبر نہ ہو سکی۔ جس کا عثمان رضی اللہ عنہ کو بہت حزن وملال ہوا۔ اس لیے نبی پاک ﷺ نے دوسری صاحبزادی ام کلثومؓ آپ کی زوجیت میں عطا فرمائی۔ اس منفرد اعزاز پر آپ کا لقب ''ذوالنورین'' پڑ گیا۔ جب ام کلثومؓ کا بھی انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میری کوئی بیٹی اور ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا۔''

جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ بن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ میں حد درجہ مایوسی پھیلی اور اتنی دل شکستگی طاری ہو گئی کہ ہمت ہی ہار بیٹھے کہ جس ہستی کے دم قدم سے رونق حیات تھی جب وہ (ﷺ) ہی نہ رہے تو اب قتال کا کیا فائدہ! کچھ اور لوگوں نے یہ سوچا کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں نہ رہے تو پھر جینے کا کیا فائدہ؟! ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا﴾

اللہ تعالیٰ نے ہمت پست ہو کر بیٹھ جانے والوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ﴾ [التوبة ۱۵۵] ''جس روز دو لشکر آمنے سامنے تھے، تم میں سے جن لوگوں نے پیٹھ دکھائی، یہ لوگ اپنے بعض اعمال کی وجہ سے شیطان کے بہکاوے میں پڑ گئے تھے، بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔''

مصائب وآفات کے وقت بندہ کیا کرے!؟

عبدالرحیم روزی

مصائب وآفات اور انسان لازم وملزوم ہیں۔ انسان کی زندگی میں سینکڑوں مصائب وآلام پیش آتے ہیں۔ جن سے کم وبیش کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ۔ اِلّا مارحم ربی۔ اس پہلو میں مسلمان کافر، مردعورت، مشرقی مغربی کا کوئی فرق نہیں۔ کچھ مصائب وآلام قدرتی ہیں اور کچھ انسانی۔ انسان کی پہچان اور اس کا وزن، قدر وقیمت مصائب وابتلاء سے ہوتا ہے۔ مشہور ضرب المثل ہے: ''آزمائش کے وقت آدمی معزز ہوتا ہے یا رسوا'' چنانچہ بہت سے لوگ فقہ المصائب یعنی مصائب کے متعلق سمجھ اور معلومات نہ ہونے کی وجہ سے شکست کھا جاتے ہیں۔

اسلام نے زندگی کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس کے لیے راہنما اصول وضوابط بتائے ہیں۔ جس کو اختیار کرکے بندہ مؤمن مصائب کو اپنے حق میں بہتر بنا سکتے ہیں۔ یہ مضمون 2010ء کی سیلابی تباہ کاری کے پس منظر میں لکھا گیا تھا۔ اس کے بعد بھی بار بار اس آزمائش کا سامنا ہوتا رہا تو نذرِ قارئین کیا گیا۔

ا۔ قضاوقدر پر ایمان ویقین رکھے: قضاوقدر ایمان کا رکن ہے۔ ایک مسلمان مؤمن اور کافر وفاجر کے درمیان قضاوقدر پر ایمان بڑا فاصلہ ہے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے بعض فرامین یہ ہیں: ﴿وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۞ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۞﴾[٥٤/٥٢-٥٣] ﴿إِنَّ اللهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۞﴾[٦٥/٣] ﴿إِنَّ أَجَلَ اللهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ﴾[٧١/٤]

تقدیر پر ایمان ہمیں یہ احساس وشعور دلاتا ہے کہ کائنات میں کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر وجود میں نہیں آتی، چاہے اس کا تعلق اللہ کے فعل سے ہو یا مخلوقین کے فعل سے۔ پہلی قسم کے متعلق ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾ ﴿وَلَوْ شَآءَ اللهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۞﴾

ایمان بالقدر کے ثمرات وفوائد: تقدیر پر ایمان لانے کے بہت سے فوائد وثمرات ہیں:

أ۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کامل ہو جاتا ہے، جب بندہ اسباب کو اس طرح بجا لاتا ہے کہ اسباب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر یقین کرتا ہے کہ اصل میں نفع پہنچانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسباب وذرائع تو ظاہری لوازمات ہیں۔

ب۔ اللہ کی تقدیر لاحق ہونے پر بندہ کو اطمینان وتسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ کسی پسندیدہ چیز کے چھوٹ

جانے یا ناپسند چیز کے لاحق ہونے پر افسوس وقلق نہیں کرتا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ﴾ [الحديد:٢٢] "کوئی آفت نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو دنیا میں بیشک یہ اللہ پر آسان ہے۔ تا کہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کیا کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا۔"

نبی ﷺ فرماتے ہیں: "عَجَبًا لأمر المؤمنِ إنّ أمرَه كلَّه لهُ خيرٌ، وليس ذٰلك إلا للمؤمنِ إن أصابتْه سرآءُ شكرَ فكان خيراً له وإن أصابته ضرآءُ صبرَ فكان خيرًا له" [مسلم] "مؤمن کا معاملہ قابل حیرت ہے اس کا سارا معاملہ اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ اور یہ مؤمن کے سوا کسی کے لیے حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشی پہنچے تو شکر کیا، لہٰذا اس کے حق میں بہتر ہوا۔ اگر اسے تکلیف پہنچی تو صبر کیا؛ لہٰذا اس کے لیے بہتر ثابت ہوا۔"

یہ ثمرات وفوائد، اسلامی عقیدہ صحیحہ کے اہداف ومقاصد میں سے ہیں: [١] عقل وفکر کو انارکیت کی ٹامک ٹوئیوں سے آزادی دلائی جائے، جو کہ اس عقیدہ صافی سے دل ودماغ کے خالی ہونے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ [٢] نفسیاتی اور فکری راحت وسکون حاصل ہوتی ہے۔ اس عقیدہ کے راسخ ہونے کے بعد دل اور فکر سے ہر قلق، اضطراب اور بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ اللہ کے بحیثیت حاکم ومالک، مدبر الامور ہونے پر مطمئن اور پُرسکون ہو جاتا ہے۔

٢۔ صبر ورضا تلاش کرے: جو مصیبت پہنچی ہے، اس پر صبر وتحمل اختیار کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کھرے کھوٹے کے درمیان تمیز' آزمائش وامتحانات کے ذریعے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم اپنے ان دونوں قسم کے بندوں کے متعلق پہلے سے ہے؛ لیکن بلا ثبوت وبینات اللہ کسی کا مؤاخذہ نہیں کرتا۔ تا کہ بندہ چرب زبانی سے یہ نہ کہے کہ اے اللہ تو نے بغیر امتحان لیے مجھے فیل کیا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

الْمُهْتَدُوْنَ ﴾[البقرة: ١٥٥ - ١٥٧] ''اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر، بھوک سے اور مالوں، جانوں اور پھلوں کی کمی میں مبتلا کر کے، اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی، اور وہی ہیں سیدھی راہ پر'' حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں: ''نعم العِدلان ونعمت العلاوۃ ﴿ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ﴾ '' کتنے بہترین دو یک طرفہ وزن ہیں اور ایک زائد بوجھ بھی ہے: ﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ﴾ یہ دونوں بوجھ ہیں۔'' (العِدلان) ﴿ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ فهذهِ العلاوةُ وهي توضعُ بينَ العدلينِ'' ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴾ یہ اضافی بوجھ جو دو بوجھ کے درمیان رکھا جاتا ہے۔'' [تفسیر ابن کثیر] ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۝﴾ [الملك:١] ''بڑی برکت ہے اس کی جس کے ہاتھ میں راج ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے کون تم میں سے اچھا کام کرتا ہے۔'' محمد بن عجلان کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے (أحسنُ عملاً) کہا نہ کہ (أكثرُ عملاً) [ابن کثیر] اور بہترین عمل وعبادت وہی ہے جو خالص اللہ کے لیے، محمد ﷺ کے طریقے پر کیا جائے۔ جس کا بالترتیب نام عبادت اور اتباع ہے۔

آفات وبلیات کے موقع پر کوئی ایسی بات یا عمل زبان وجوارح سے سرزد نہیں ہونے چاہئیں جو پہنچے ہوئے نقصانات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا باعث بنے اور ''یک نہ شد دو شد'' کا معاملہ ہو جائے۔

عام طور پر ایسے حالات میں انسان یاسیت اور قنوطیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور ابلیس اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے اللہ کے خلاف ورغلاتا ہے۔ اور اس کی زبان سے ایسی بات نکلواتا ہے، جو اس کی آخرت کے لیے مہلک ثابت ہو سکتی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: ''وإنّ العبدَ ليتكلمُ بكلمةٍ مِن سخطِ اللهِ لا يَلقى لها بالاً يهوي بها في جهنَمَ'' [بخاری رقاق باب ٢٣ حفظ اللسان] ''بندہ اللہ کی ناراضی کی بات کرتا ہے، وہ اس کا کوئی خیال دل میں نہیں لاتا، اسی کے سبب سے وہ جہنم میں گر پڑتا ہے۔''

صبر کی کئی اقسام ہیں:

پہلی قسم: اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر۔ مقدر میں لکھی ہوئی تحریر کے مطابق انسان پر خیر اور شر آتے ہیں۔ تقدیر پر جو کہ اللہ کی طرف سے ہے' ایمان کامل رکھنا۔ جیسے قدرتی آفات، مالی و جانی نقصانات و دیگر قسم کی مصیبتیں۔

دوسری قسم: اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اوامر و احکامات کی تعمیل میں پہنچنے والی تکالیف و مشقتوں پر صبر کرنا۔ جیسے نماز، روزہ، حج و دیگر اعمال کی ادائیگی میں۔

تیسری قسم: اللہ کی نافرمانیوں سے رک جانے پر صبر۔ جیسے ہر قسم کے گناہ کے اعمال سے باز آنے کی ریاضت و عادت ڈالنا۔ اور خواہشاتِ نفس کو دبانے پر صبر سے کام لینا۔

صبر کے بارے میں امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں ۹۹ جگہوں میں ذکر آیا ہے۔ کہیں اس کا حکم، کہیں اس کی ضد و عکس سے منع، اسے اپنانے پر کامیابی کا حصول: آیت [۳/ ۲۰۰] امامت فی الدین کا اس کے اور یقین کے ساتھ تعلق، اللہ تعالیٰ کی معیت کا حصول، مغفرت اور اجر کثیر کا اس کے اور عمل صالح کے ساتھ ربط، صبر علی المصائب من عزم الأمور ہے۔ و دیگر پہلو۔ صبر کے متعلق امام ابن القیمؒ کی کتاب ''عدۃ الصابرین'' مفید کتاب ہے۔ ضرور اس کا مطالعہ کیجئے گا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر صبر و شکر دو اونٹ ہوتے تو مجھے پروا نہ تھی کہ جس پر سوار ہو جاؤں۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''خبردار صبر ایمان کا حصہ ہے، جس طرح سر جسم کا۔ جب سر کاٹا جائے تو جسم ناکارہ ہو جاتا ہے۔''

۳۔ کسی وقت آزمائش و امتحان سے بے خوف نہ رہے: اللہ تعالیٰ صرف بُرے لوگوں پر عذاب نازل نہیں کرتا کہ دنیا میں جو بھی مصائب آلام ہیں وہ عذاب ہی عذاب ہو؛ بلکہ اپنے خواص و اولیاء غیر گنہگاروں، غیر کفار پر بھی بطور امتحان مصائب و آلام نازل کرتے ہیں۔ اور ایسا کرنے کا اسے پورا پورا حق حاصل ہے۔ اس لیے بندوں کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر رہنا چاہیے۔ اور اس کی رحمتوں، فضل و کرم کی وسعتوں کی امید بھی رکھنی چاہیے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَأَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى أَنْ يَّأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتاً وَّهُمْ نَائِمُوْنَ ۞ أَوَ أَمِنَ أَهْلُ الْقُرٰى أَنْ يَّأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحىً وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ ۞ أَفَأَمِنُوْا مَكْرَاللهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَاللهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞﴾ [الاعراف:۹۷-۹۹] ''اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس سے کہ آپہنچے ان پر آفت ہماری راتوں رات، جب سوتے ہوں۔ یا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آپہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے

جب کھیلتے ہوں۔کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے؟ سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے۔"

حسن بصریؒ فرماتے ہیں: "المؤمن يعملُ بالطاعاتِ وهو مشفقٌ وجلٌ خائفٌ، والفاجرُ يعملُ بالمعاصي وهو آمنٌ" [ابن کثیر زیر آیت سابقہ] "مؤمن فرمانبرداری کے کام کرتا ہے، وہ ڈرنے، خوف کھانے والا ہے۔اور فاجر معصیت کے کام کرتا ہے وہ اسی حال میں بے خوف ہے۔" اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۞﴾[الانفال: ۲۵] "اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو اللہ کا عذاب سخت ہے۔"

۴۔ اللہ تعالیٰ کے انتباہ کو معمولی نہ سمجھے، اس کے مختلف مظاہر اور اشکال ہیں: ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَفَأَمِنتُمْ أَن يَخْسِفَ اللهُ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ۞ أَمْ أَمِنتُمْ أَن يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُم بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ۞﴾ [اسراء: ۶۸-۶۹] "سو کیا تم بے ڈر ہو گئے اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل کے کنارے، یا بھیج دے تم پر آندھی پتھر برسانے والی، پھر نہ پاؤ اپنا کوئی نگہبان۔یا بے ڈر ہو گئے ہو اس سے کہ پھر لے جائے تم کو دریا میں دوسری بار، پھر بھیجے تم پر ایک سخت جھونکا ہوا کا، پھر ڈبا دے تم کو بدلے میں اس ناشکری کے، پھر نہ پاؤ اپنی طرف سے ہم پر اس کا کوئی باز پرس کرنے والا۔"

۵۔ ظلم وزیادتی سے گریز کرے: ظلم وتعدی، ناانصافی وزیادتی عذاب الٰہی کو دعوت دیتی ہے، پھر اس کی لپیٹ میں صرف حاکم لوگ ہی نہیں آتے۔عذاب الٰہی مؤمنین اور فساق وفجار، ظالم وعادل میں مردم شماری کرتے یا الگ کرتے نہیں رہتے، بلکہ سب کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً﴾ [الانفال: ۲۵] "تم ایسے فتنہ سے بچو جو تم میں سے صرف ظالموں تک نہیں پہنچتا۔"

اس کی تائید وتفسیر میں کئی فرامین نبوی ہیں، جن میں سے سب سے مفصل حضرت عائشہؓ اور ام سلمہؓ کی حدیث ہے۔ان دونوں کے مجموعہ سے ماخوذ مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تعجب ہے، کچھ لوگ میری امت کے ایک شخص کے لیے کعبہ کا قصد کریں گے جو قریش میں سے ہوگا اور پناہ لے گا خانہ کعبہ کی۔جب وہ بیداء میں پہنچیں گے تو دھنس جائیں گے۔" ہم نے عرض کیا: رسول اللہ! (ﷺ) راستے میں تو سب قسم کے لوگ چلتے ہیں؟ فرمایا: "ہاں! ان میں